مولانا علی حسین عاصم بہاریؒ
کا اسلامی نظام تربیت

ڈاکٹر احمد سجّاد

ہندوستان کو بعض لوگ مذاہب کا بحر مردار بھی کہتے ہیں۔ اس مبالغہ کی جزوی صداقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ درجنوں مذاہب کا یہاں جو حشر ہوا وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں مجددین و مصلحین کی کوششیں اگر جاری نہیں رہتیں تو خدا جانے خود اسلام کا اس ملک میں کیا حشر ہوتا مایا اور بھگتی کے اثر نے مریضانہ تصوف اور ورن آشرم نے ذات پات اسی طرح تلک، جہیز اور مختلف قسم کی مشرکانہ رسوم کی مہلک بیماریوں نے اہل اسلام کو یہاں جس طرح متاثر کیا ہے وہ آج بھی سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ علی حسین عاصم بہاریؒ نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں اس میں ذات پات اور بدیشی راج کی سرپرستی میں زمینداروں کے ظلم و ستم اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا اس وقت کا مسلم سماج واضح طور پر دو حصوں میں منقسم تھا۔ اعلیٰ اور ادنیٰ اور ان دونوں کے درمیان کی خلیج ہر سطح پر روز بروز گہری ہوتی جا رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس مصنوعی گہری خلیج کو پاٹے بغیر کوئی اصلاحی کوشش برگ و بار نہیں لا سکتی تھی۔

مشیت نے عاصم بہاریؒ کو اعلیٰ تعلیم سے محرومی اور بعض کم مائیگیوں کے باوجود اس خلیج کو پاٹنے کی پوری صلاحیت بخشی تھی۔ موصوف عالم اور مجاہد خاندان

کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے دادا مولانا عبدالحکیم نے انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں بہ نفس نفیس حصہ لیا۔ بغاوت فرو ہونے کے بعد انھیں برسوں نیپال میں جلا وطنی کی زندگی گذارنی پڑی۔ ان کے بھائی مولانا عبدالرحیم بہار شریف میں اپنے وقت کے جید عالم تھے جن کے شاگردوں میں حضرت شاہ امین احمد فردوسی (۱۲۴۹ھ — ۱۳۲۱ھ) بھی تھے۔ عاصم بہاری انھی بزرگوں کے زیر سایہ پروان چڑھے۔

موصوف تلاش معاش کے سلسلے میں ۱۹۰۶ء میں کلکتہ پہنچے تو یہاں کھلی ہوئی علمی، سیاسی اور صحافتی فضا ان کی طبیعت کو خوب راس آئی۔ اپنا بیشتر وقت کتب بینی، مولانا قاضی عبدالجبار[1] شیخ پوری اور مولانا ابوالکلام آزاد کی صحبتوں میں صرف کیا۔ گہرے مطالعہ اور ان صحبتوں نے انھیں اپنے آس پاس کے بے حد پسماندہ ماحول میں اصلاحی کاموں کی طرف مائل کیا۔ برسوں تعلیم بالغان کی اسکیم چلائی۔ چنانچہ ان بے لوث خدمات نے ان کے معتقدوں کا ایک گروہ تیار کر دیا۔ لیکن جہاں معتقد ہوتے ہیں وہاں کچھ نہ کچھ مخالفوں کا ہونا بھی ایک طرح سے لازمی ہے۔ چنانچہ ان پر ایک بار قاتلانہ حملہ بھی ہوا۔ سینے میں گہرا زخم آیا مگر قاتل کو معاف کر دیا۔ اسی درمیان ایک اہم ترین تازہ تصنیف کتاب التمدن[2] (یا تاریخ النوال و اہلہ حصہ اول و دوم ۱۹۱۱ء) کے مطالعہ نے موصوف کی زندگی میں ایک نیا انقلاب پیدا کر دیا اور اپنے ماحول میں اصلاحی کاموں کا محدود پیمانے پر باضابطہ آغاز کر دیا کیوں کہ کتاب التمدن کے مصنف نے انصاریوں (بنکر برادری) کی پوری تاریخ پیش

---

[1] بانی ''انجمن اصلاح رفع بالاشتباہ'' ۹-۱۹۰۸ء نانی باغ، کلکتہ

[2] مصنفہ مولانا عبدالسلام مبارکپوری، تاریخ وفات جنوری ۱۹۲۴ء (بحوالہ المومن کلکتہ، جلد ۲ عدد ۲ فروری ۱۹۲۴ء)

کرنے کے بعد آخر میں " اپیل بخدمت قوم " کے زیر عنوان انھیں یہ ترغیب دی تھی کہ

" تم اپنے بچوں کو تعلیم دلانا فرض سمجھو۔ بغیر اس کے آج انسان دوسروں کا دست نگر ہے، اپنی تعلیم گاہوں کے لئے کانفرنس قائم کرو۔ قدم بڑھاؤ۔ جب تک بالخصوص تمہاری کوئی کانفرنس قائم نہ ہوگی تمہارا ابھرنا مشکل ہے۔ تمہاری آبادی دنیا میں بہت بڑھی ہوئی ہے۔ تم میں ہر طبقہ کے لوگ ہیں۔ ممالک اسلامیہ کی فہرست بھی تم نے پڑھی، کیسے کیسے باکمال صناع تم میں گذرے ہیں، کیسے کیسے عالم، فاضل، صاحب کمال ہوئے ہیں سب سے پہلا کام یہ ہے کہ قرآن کو مضبوط تھامو۔ یہی کتاب تمام دین و دنیا کی ترقی کا راستہ بتائے گی اور حدیث و فقہ پر عمل کی ہدایت کرے گی۔" [1]

چنانچہ موصوف نے بڑی مسجد ناتی باغ (کلکتہ) [2] کے آس پاس نوجوانوں کے درمیان اصلاحی کاموں کا باضابطہ آغاز کر کے اس بحر مردار کے پسماندہ مسلمانوں کو اچھوت ہونے سے بچانے کی مہم شروع کر دی۔ انھیں اپنی تحریک کا اولین سبق یہ دیا کہ " اپنے کو کمتر مت جانو اور رہبری کو پورا کرو۔"

بہت جلد انھیں یہ احساس ہو گیا کہ کوئی بڑی اور اہم اصلاحی تحریک محض چند تقریروں اور جذباتی اپیل پر آگے نہیں بڑھ سکتی۔ چنانچہ قریب ترین ۱۰،۱۲ تجربہ کار اور باصلاحیت احباب کے تعاون سے ایک " دارالمذاکرہ " قائم کیا [3] بقول غور و فکر اور بحث کے بعد " دارالمذاکرہ " کے اغراض و مقاصد اور قواعد و ضوابط طے

---

[1] تاریخ المنوال، حصہ دوم ص ۱۰۱

[2] بمکان حاجی محمد اسمٰعیل، ناتی باغ لین کلکتہ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم الحروف کی زیر ترتیب کتاب " بندۂ مومن کا ہاتھ "

کئے گئے۔ عہدوں کی کشاکش سے بچنے کے لئے ہر چھ ماہ پر ایک امیر المجلس کا انتخاب عمل میں آتا جس کے حکم کی تعمیل ارکان پر لازمی تھی۔ البتہ خلاف شرع احکام و حرکات پر ارکان امیر کو برخاست کرنے کے مجاز تھے۔ اس کے اولین امیر عاصم بہاری منتخب کئے گئے۔

ارکان مجلس نے اپنی تربیت اور داخلی استحکام کے لئے جو "نصاب" مقرر کیا اس میں قرآن پاک مع ترجمہ و تفسیر، حدیث شریف مع ترجمہ و توضیح۔ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سوانح حضرات صحابہ کرامؓ و صلحائے مجددین امت، اولوالعزم لوگوں کے کارنامے، تاریخ اسلام اور تاریخ عالم پر منتخب کتابوں کے علاوہ اخبار و رسائل بھی شامل تھے "عوام اور اہل قبیلہ" کی تعلیم و تربیت کے لئے ہر سنیچر کو دس بجے شب[1] سے کارروائی کا آغاز ہوتا۔ اور بسا اوقات ایک دو بجے رات تک کارروائی جاری رہتی۔ اولین اجتماعات میں تقریروں کے موضوعات کچھ اس قسم کے تھے "علم کی عظمت، کتب بینی کی اہمیت، قوموں کے عروج و زوال کے اسباب، تنظیمی زندگی کی برکات" وغیرہ مقررین ان موضوعات پر پوری تیاری کے ساتھ آیا کرتے۔ چند ہی ہفتوں کے بعد جگہ کی تنگی کے باعث اجتماعات مسجد کی پشت[2] پر کھلی جگہ میں منعقد ہونے لگے۔

دارالمذاکرہ کے اغراض و مقاصد میں "دینی و دنیوی فلاح" "تعصبات فرقہ بندی (ذات پات) سے اجتناب، کوشش اتحاد باہمی، احتساب ہفتہ وار مجلس[3]، مفید

---

[1] کیونکہ بیشتر شرکاء مزدور پیشہ اور غریب ہوا کرتے تھے جنھیں دن میں فرصت نہیں ملتی تھی۔
[2] جہاں ان دنوں ایک مدرسہ ہے۔
[3] ابتدا میں سہ روزہ اجتماعات ہوا کرتے تھے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "بندۂ مومن کا ہاتھ" زیر ترتیب از راقم الحروف (مفصل سوانح حیات عاصم بہاری و تاریخ آل انڈیا مومن کانفرنس)

موضوعات پر تقریر و تحریر اور کتب خانہ کے قیام کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔

دارالمذاکرہ کے اجلاس پنجم (منعقدہ ۲۵ رجولائی ۱۹۱۹ء) مطابق ۲۶ رشوال ۱۳۳۷ھ میں تفسیر و سیرت کی کتابوں کے انتخاب پر دیر تک اظہار خیال کے بعد مندرجہ ذیل تصانیف کا انتخاب عمل میں آیا۔

"حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا فارسی ترجمہ قرآن پاک
ڈپٹی نذیر احمد مرحومؒ کا ترجمہ قرآن مجید
سیرت النبیؐ ۔ علامہ شبلی نعمانی
رحمت اللعالمینؐ، سوانح صدیق اکبرؓ، الفاروقؓ، سوانح ذی النورینؓ
سوانح مرتضیٰ حیدرؓ، سوانح عمر بن عبدالعزیزؒ، نظام الملک (ترجمہ)
اقوام المسالک، تذکرۃ الکرام، ماثر الکلام۔ انقلاب امم، فغان ایران"

ماہ اگست ۱۹۱۹ء کی مجالس میں تقریر کے اہم عنوانات تھے "توحید، مساوات اور دوستی" وغیرہ ماہ ستمبر میں مولانا آزاد کا مقالہ "عیدالضحیٰ" (قسط وار مقالہ شائع شدہ الہلال جلد اول) خصوصیت کے ساتھ مجلس کے زیر مطالعہ رہا۔

جلد ہی خلافت تحریک اور جلیانوالہ باغ کے حادثے نے پورے ملک کو ایک نئے رخ پر ڈال دیا۔ چنانچہ عاصم بہاری نے اب بہار اور بنگال پیمانے پر "جمعیۃ المومنین" کے نام سے ایک باضابطہ تنظیم کی داغ بیل ڈالی۔ اس تنظیم کے خاکے سے بھی ہم موصوف کے طریقہ تربیت کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔

اولے تنظیم:

(الف) مقامی۔ یعنی ہر جگہ ذی علم و معززین و سرداران سے مرکب ایسی پنچایت (ذمی تاخیں) ہو جو ذمہ دارانہ طور پر مقامی کاموں کو شریعت اسلامیہ کے مطابق انجام دے۔

(ب) مرکزی۔ یعنی تمام اضلاع بہار کے نمائندے ایک جماعت کا انتخاب

کریں جو پورے صوبے بہار کے کاموں کی نگرانی کرے اور قبیلہ کی فلاح وبہبود کے لئے ضروری معلومات بہم پہنچائے اور ششماہی یا سالانہ صوبہ کی کانفرنس منعقد کرائے جلد ازجلد ہفتہ وار یا دوہفتہ رسالہ جاری کرنے کا بندولبست کرے۔

دوم، تعلیم:

(الف) عام۔ جو تمام افراد قبیلہ کے واسطے ضروری ہو اور تبلیغ واشاعت کے ذریعہ انجام پائے۔

(ب) خاص۔ صرف بچوں کے لئے جس میں سب سے زیادہ توجہ تربیت پر دی جائے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا سامان بہم پہنچایا جائے۔

سوم، اصلاح معاشرت

(الف) اخلاق ـــ یعنی غیر شرعی وفضول رسم و رواج کو بتدریج مٹانے کی کوشش کرنا۔

(ب) اقتصادی ـــ مفید صنعت وتجارت کی طرف راغب کرنا اور موجودہ صنعت پارچہ بافی کو فنی حیثیت سے ترقی دینا۔ جمعیت کا دائرہ عمل قبیلۂ نوربافان تک محدود ہو۔

سچ پوچھئے تو آگے چل کر آل انڈیا مومن کانفرنس کی پوری تحریک بھی انہی خطوط پر آگے بڑھی عاصم بہاری نے تاحیات توسیع مقاصد کے باوجود تحریک کی ان دینی و اخلاقی بنیادوں کو اپنی حد تک کبھی کمزور نہیں ہونے دیا۔

اس سلسلے میں دور اوّل ہی سے مولانا ابوالکلام آزاد، محمد علی جوہر اور دیگر اکابر ملت سے وقتاً فوقتاً صلاح ومشورے کرتے رہے اور کبھی کبھی انھیں اپنے جلسۂ عام[1] میں مدعو بھی کرتے رہے۔

---

[1] ۱۰ مارچ ۱۹۲۰ء کے جلسہ نانی باغ میں مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی تقریر کی۔

آگے چل کر جمعیۃ المومنین نانی باغ کی رکنیت کے لئے "عہدنامہ" کی جو شرائط مقرر کی گئیں ان میں اسلامی بنیادوں کو اولین اہمیت دی گئی۔ رکنیت قبول کرنے کے وقت ہر رکن یہ عہد کرتا تھا کہ :۔

۱۔ آئندہ میں کسی قسم کا نشہ استعمال نہیں کروں گا۔
۲۔ ہمیشہ فسق و فجور سے پرہیز کروں گا۔
۳۔ اپنے بزرگوں کی عزت و احترام کروں گا۔
۴۔ اپنے قبیلہ یا دیس کا بنا ہوا کپڑا پہنوں گا۔
۵۔ ہر ہفتہ دو گھنٹہ محض رضائے الٰہی کے لئے مسلمانوں کے فلاحی کاموں میں صرف کروں گا اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں اپنے سردار کے حکموں کی تعمیل کروں گا۔

جلد ہی نوجوان کارکنوں کا ایک "رضاکار دستہ" بھی مرتب کر لیا گیا جس کی ایک مخصوص وردی تھی اور جو شہر کے مختلف مواقع پر خدمت خلق کے بیش بہا کام انجام دیتا۔ اپریل ۱۹۲۱ء سے ان اغراض و مقاصد کو مزید شہرت دینے کے لئے انھوں نے دیواری اخبار "المومن" کا بھی سلسلہ شروع کیا۔ رفتہ رفتہ یہ تحریک بہار و بنگال کے طول و عرض میں جڑ پکڑنے لگی اور انھیں تربیت یافتہ افراد کی کمی کھٹکنے لگی تو داخلی تربیت و استحکام کے لئے لیڈرشپ ٹریننگ کے ایک مخصوص نظام کو میثاق (یا اتحاد خاندان ۳۰ اگست ۱۹۲۳ء) کے نام سے بہار شریف میں آگے بڑھایا۔ فوری طور پر اس تنظیم میں "جانثار آرمھولا احباب واعزہ" کے علاوہ کسی اور کو شامل نہیں کیا۔ اس تنظیم کی شورائیت، اطاعت امیر، عقیدہ سنت والجماعت، ماہانہ اور سالانہ نشستوں کی پابندی میں بڑی سختی تھی۔ اولین رئیس میثاق (یا "اتحاد") عاصم بہاری منتخب کئے گئے۔ ارکان میثاق کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا اقرار کرنا لازمی قرار دیا گیا۔

۱۔ اقرار شرعی کرنا (الفاظ میں)

۲۔ اطاعت رئیس اتحاد

۳۔ شرکت اجلاس سالانہ (۵ رذی الحجہ تا ۵امحرم الحرام)

۴۔ اتحاد خاندان کی طے شدہ باتوں کی رازداری کرنا۔

۵۔ بغیر اجازت "اتحاد" کسی شخص پر تبلیغ نہیں کرنا۔

۶۔ عہد کے پہلے کی تمام رنجشوں اور قصوروں کو باہم دگر معاف کرنا۔

۷۔ صوم وصلوٰۃ کی پابندی کرنا ورنہ عدم تعمیل پر احتساب بلا عذر کرنا۔

۸۔ اپنے آمد وخرچ کا برابر حساب رکھنا اور اس کا خلاصہ سالانہ اجلاس میں پیش کرنا۔

۹۔ اپنی آمدنی سے فی روپیہ ایک پیسہ ماہوار "اتحاد" میں دینا۔

۱۰۔ ایسی تمام باتوں سے پرہیز کرنا جس میں "اتحاد خاندان" کی بدنامی ہو۔

۱۱۔ اپنے خاندان کو اسلامی نقطۂ نگاہ سے ایسا کامیاب بنانا جو دینی اور دنیاوی طور پر نمایاں مثال ہو۔

اگلے سال[۱] میثاق کی گذشتہ کارروائیوں کا سختی سے محاسبہ کیا گیا۔ دفتری مراسلت میں کمی، صوم وصلوٰۃ کی پابندی اور اعانت بیت المال میں کوتاہی پر تنقید کی گئی۔ اس سالانہ نشست میں میثاق کے ایک رکن (محبوب حسین، کلکتہ) بلا عذر معقول شریک نہ ہو سکے تو سال رواں کے نئے رئیس محمد نسیم الحق ایوبی نے حکماً ان کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ محبوب حسین نے بعد میں معذرت نامہ ارسال کیا اور توبہ کی تب ان کو دوبارہ اجازت دی گئی۔ اسی طرح ایک سال (۱۹۲۶ء) محمد علی جان[۲] کو ان کی کوتاہیوں کے سبب رکنیت سے خارج کر دیا گیا تھا۔ ایک اور رکن عبدالطیف کے خلاف بھی کارروائی کی گئی مگر ان کا عذر معقول پایا گیا اس لئے ان کا اخراج رک گیا۔

---

[۱] ۷، محرم ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۹ جولائی ۱۹۲۵ء

[۲] ساکن محلہ سوہ ڈیہہ، سوہ سرائے۔ ضلع نالندہ (بہار)

ان تربیت یافتہ افراد کے اشتراک و تعاون سے عاصم بہاری نے پورے بہار شریف کو دینی و علمی اور تہذیبی اعتبار سے بیدار کرنے کے لئے محلہ وار "دارالتربیت"[1] بھی قائم کیا۔

سید مہدی حسن وکیل کی نظامت میں جمعیۃ اسلامیہ بہار شریف قائم ہوئی تو ملی جذبے کے ماتحت موصوف نے اس تنظیم کو اپنا بھرپور تعاون پیش کیا یوں یہ جمعیۃ کئی برسوں تک خاصی سرگرم رہی۔ راجہ بازار (کلکتہ) کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو "مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی" قائم کرنے پر آمادہ کیا تو انھیں بھی دینی و اخلاقی اصولوں پر ہمیشہ کاربند رہنے کی تلقین کی اور عمر بھر خود بھی ان بنیادوں پر تمام تنگیوں کے باوجود سختی سے عامل رہے جس کی گواہی خود مولانا ابوالکلام آزاد نے جمعیۃ المومنین کے ایک جلسہ (منعقدہ نانی باغ کلکتہ۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۲۱ء) میں اپنی تقریر[2] میں پیش کی۔

"تم کو خداوند تعالیٰ کا شکر گذار ہونا چاہئے کہ تمہارے درمیان ایسے بہی خواہ قوم موجود ہیں جنھوں نے تمہاری بہتری و اصلاح کی دھن میں اپنی زندگی کو وقف کر دیا ہے"۔

عاصم بہاری اصلاً ہمہ گیر اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے تھے اس لئے انھوں نے اپنی تحریر و تقریر میں بارہا انگریزوں اور زمینداروں کے ظلم و ستم، علمائے سوء اور "سفری پیروں" کے مکر و فریب نیز برادری کے ہر قسم کے سرداروں ("معصوم معروف اور مسموم") کی ریشہ دوانیوں اور غربت و جہالت کو قرآن و سنت کی روشنی میں ہمیشہ اپنی طنز یہ و تنقید کا نشانہ بنایا۔

---

[1] جو ایک لائبریری، ایک مکتب یا مدرسہ پر مشتمل ہوتا اور جس کی ماہانہ نشستیں پابندی سے منعقد ہوتیں یہ اصلاً جمعیۃ الانصار (یا جمعیۃ المومنین) کی ذیلی شاخیں تھیں۔ [2] ابتدائے خیال صفحہ ۷

عاصم بہاری کے اسی فکر اسلامی کا یہ نتیجہ تھا کہ آل انڈیا مومن کانفرنس کے دور عروج میں جب اس کا "دستور العمل" منظور ہوا[۱] تو اس کے چار اغراض و مقاصد میں جس شق کو اولیت حاصل تھی اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں :

"اسلام و ملک کی عام خدمت، بالخصوص اسلامی مساوات کی عملاً و قولاً تبلیغ و اشاعت"۔ آگے چل کر مومن کانفرنس عاصم بہاری جیسے "مومن حنیف" سے چونکہ محروم ہو گئی اس لئے خالص سیاست کا شکار ہو کر رہ گئی۔ چنانچہ کل ہند مومن کانفرنس کے اجلاس نہم (منعقدہ پٹنہ ۱۹۴۵ء) میں جو "دستور اساسی" منظور کیا گیا۔ اس کا مقصد[۲] اس فکر اسلامی سے یکسر خالی ہو گیا جس کے لئے عاصم بہاری زندگی بھر جد و جہد کرتے رہے۔ لہٰذا اس کے نتائج بھی اس کی مناسبت سے نہایت تلخ اور مایوس کن ثابت ہوئے اور اسے چند سیاسی و اقتصادی اغراض کے حصول کا ذریعہ بنا کر چند قسمت آزما اور حوصلہ مند افراد نے اپنا آلہ کار بنا لیا۔ کاش! کہ اب بھی لوگ عاصم بہاری کے طریق کار اور انداز تربیت کا ایمانداری سے مطالعہ کریں اور اپنے عمل کا جائزہ لیں۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

---

[۱] ۱۰ ار فروری ۱۹۳۵ء۔ دستور کے "نوٹ" میں یہ اضافہ کیا گیا کہ "اس کانفرنس کو اختلافی مسائل مذہبی اور غیر آئینی جد و جہد سے کوئی سروکار نہ ہوگا"۔

[۲] "دفعہ ۲۔ مومن جماعت کی اقتصادی، سماجی، تمدنی اور تعلیمی فلاح و بہبود اور اس کے حصول کے ذرائع پر عمل کرنا"